حق چار یار	بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	خلافت راشدہ
نومبر ۲۰۲۵ء	وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا ۝	شمارہ نمبر ۴۲

مجلہ پشاور

راہ ہدایت

- اہل بدعت کی مجالس میں شرکت اور علماء دیوبند کا موقف
- مسئلہ تصرف کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ
- غیر مقلدین کی شیخ پرستی
- جشنِ عید میلاد النبی محبت یا بدعت؟
- احادیث کے ردو قبول میں غیر مقلدین کی من مانیاں

مدیر اعلی

حضرت مولانا خیر الامین قاسمی صاحب حفظہ اللہ

نائب مدیر

خادم اہلسنت طاہر گل دیوبندی

ناشر

نوجوانان احناف طلباءِ دیوبند پشاور

03428970409

اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند کے افکار و نظریات کا امین

مجلّہ **راہ ھدایت** پشاور

صفحہ	فہرست مضامین
1	اہل بدعت کی مجالس میں شرکت اور علماء دیوبند کا موقف (مولانا ثناء اللہ صفدر صاحب حفظہ اللہ)
5	جشنِ عید میلاد النبی محبت یا بدعت؟ (مفتی محمد طلحہ عاشق الحجازی صاحب حفظہ اللہ)
10	مسئلہ تصرف کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ (مولانا عبد الرحمٰن عابد صاحب)
17	احادیث کے رد و قبول میں غیر مقلدین کی من مانیاں (قسط:۶) (مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ)
23	غیر مقلدین کی شیخ پرستی (قسط:۱) (مولانا عبد الرحمٰن عابد صاحب)

نوٹ: مجلّہ راہِ ہدایت کے تمام شمارے صرف PDF کی صورت میں دستیاب ہیں!

مولانا ثناء اللہ صفدر صاحب حفظہ اللہ

اہل بدعت کی مجالس میں شرکت اور علماء دیوبند کا موقف

اللہ تعالیٰ نے علماء کرام کو دین کا امین اور امت کا رہبر بنایا ہے۔ عوام اپنی راہوں کا تعین ہمیشہ اپنے اکابر و مشائخ کے طرزِ عمل کو دیکھ کر کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے بڑے علماء کرام کی ایک ایک حرکت عوام کے لیے دلیل اور سند بن جاتی ہے۔ ہمارے اکابرِ دیوبند نے ہمیشہ یہ اصول دیا کہ اہلِ حق کو اہلِ باطل کی تقویت کا ذریعہ نہیں بننا چاہیے۔ ان کی کتابیں، خطبات اور عملی زندگی اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ وہ اپنے عقائد اور نظریات پر مضبوطی سے قائم رہے اور کبھی ایسی مجلس یا اجتماع میں شریک نہیں ہوئے جس سے عوام میں اشتباہ یا گمراہی کا اندیشہ ہو۔

بد قسمتی سے آج کل دیکھا جا رہا ہے کہ بعض بڑے حضرات، جو اپنے آپ کو دیوبندی بھی کہتے ہیں، وہ اہلِ بدعت یا اہلِ باطل کی مجالس میں شریک ہوتے ہیں۔ اگرچہ ان کی نیت شاید خیر خواہی اور اتحاد کی ہو، مگر حقیقت یہ ہے کہ عوام الناس ان کی نیت نہیں بلکہ ان کا عمل دیکھتے ہیں۔ جب عوام دیکھتے ہیں کہ بڑے شیوخ ان محافل میں شریک ہیں تو وہ یہی سمجھتے ہیں کہ ان کی شرکت ان محافل کی تائید ہے، نتیجتاً وہ بھی انہی مجالس میں جانے لگتے ہیں اور یوں حق و باطل کی حد مٹتی جاتی ہے۔

بلکہ امام ابو الحسن بغوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو فرماتے ہیں کہ:

"وقال أبو الحسن البغوي: قد مضت الصحابة و التابعون و أتباعهم و علماء السنة على معاداة أهل البدع و مهاجرتهم، و قال أبو قلابة: لاتجالسوا أصحاب الأهواء، فإني لا آمن من أن يغمسوكم في ضلالهم ويلبسوا عليكم بعض ما تعرفون"

[فصل في ذم البدع والأهواء، ص:84،ط:مطابع الرشيد]

یعنی صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور علماء اہلِ سنت کا ہمیشہ یہی طریقہ رہا ہے کہ وہ اہلِ بدعت سے دشمنی رکھتے اور ان سے دوری اختیار کرتے تھے۔ اور امام ابو قلابہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اہلِ خواہشات و بدعات کے ساتھ مجلس اختیار نہ کرو، مجھے اندیشہ ہے کہ وہ تمہیں اپنے گمراہ کن راستے میں نہ گھسیٹ لیں اور تمہارے سامنے جو حق بات ہے اس میں بھی شبہات پیدا نہ کر دیں۔

بعض حضرات اہل بدعت کی مجالس میں شرکت کیلئے دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ:

"ہم بدعت کا ارتکاب تو نہیں کرتے بلکہ ان محافل میں ہم اپنی صحیح بات اور دیوبندی موقف عوام الناس تک پہنچائیں گے ورنہ سادہ لوح عوام ہمیشہ اہل باطل کی گرفت میں رہیں گے۔"

حالانکہ یہ دلیل درست نہیں کیوں کہ ان مجالس میں شرعاً شریک ہونا صحیح نہیں۔ آیت مبارکہ ہے۔

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا ﴿١٤٠﴾

(النساء:۱۴۰)

امام ابن جریر الطبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وفي هذه الآية، الدلالة الواضحة على النهي عن مجالسة أهل الباطل من كل نوع، من المبتدعة والفسقة، عند خوضهم في باطلهم

یہ آیت واضح طور پر دلالت کرتی ہے کہ کسی بھی قسم کے باطل پرستوں کے ساتھ مجالست اختیار کرنا منع ہے، چاہے وبدعتی ہوں یا دیگر فاسق لوگ جبکہ وہ اپنے باطل میں مشغول ہوں۔

(تفسير طبري ۴/۲۲۱ ط۔دار الحديث القاهرة)

اسی آیت کے متعلق مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس آیت سے عدمِ شرکتِ مجالس غیر مشروط ثابت ہوتی ہے"۔

(فتاوی رشیدیہ، کتاب العلم، ص:156، ط:عالمی مجلس تحفظ اسلام)

مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"زید کے لیے مصالح مدرسہ کے خاطر ان مجالس بدعت میں شرکت کرنا جائز نہیں، یہ ایسا ہو گیا جیسا کہ باجے بجا کر لوگوں کو جمع کیا جائے اور پھر انہیں نماز کی طرف دعوت دی جائے، اس کی اجزت نہیں"

(فتاوی محمودیہ، باب البدعات والرسوم، 3، ص:245، ط: مکتبہ فاروقیہ)

جہاں تک بات مکلف کی ہے تو ہر مسلمان خدا کے بتلائے ہوئے طریقے کے مطابق تبلیغ کے مکلف ہے، اس بارے حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"ہم لوگ (مسلمان) اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کے مکلف نہیں ہیں کہ جس طرح بھی ممکن ہو لوگوں کو پکا مسلمان بنا کر چھوڑیں گے، ہاں! اس بات کے مکلف ضرور ہیں کہ تبلیغِ دین کے لیے جتنے جائز ذرائع اور وسائل ہمارے بس میں ہیں، ان کو اختیار کر کے اپنی پوری کوشش صرف کر دیں۔ اسلام نے جہاں ہمیں تبلیغ کا حکم دیا ہے، وہاں تبلیغ کے باوقار طریقے اور آداب بھی بتائے ہیں۔ ہم ان آداب اور طریقوں کے دائرے میں رہ کر تبلیغ کے مکلف ہیں، اگر ان جائز ذرائع اور تبلیغ کے ان آداب کے ساتھ ہم اپنی تبلیغی کوششوں میں کامیاب ہوتے ہیں تو یہ عین مراد ہے، لیکن اگر بالفرض ان جائز ذرائع سے ہمیں مکمل کامیابی حاصل نہیں ہوتی تو ہم اس بات کے مکلف نہیں ہیں کہ ناجائز ذرائع اختیار کر کے لوگوں کو دین کی دعوت دیں اور تبلیغ کے آداب کو پسِ پشت ڈال کر جس جائز و ناجائز طریقے سے ممکن ہو، لوگوں کو اپنا ہم نوا بنانے کی کوشش کریں، اگر جائز وسائل کے ذریعے اور آدابِ تبلیغ کے ساتھ ہم ایک شخص کو دین کا پابند بنا دیں گے تو ہماری تبلیغ کامیاب ہے اور اگر ناجائز ذرائع اختیار کر کے ہم سو آدمیوں کو بھی اپنا ہم نوا بنا لیں تو اس کامیابی کی اللہ کے یہاں کوئی قیمت نہیں، کیوں کہ دین کے احکام کو پامال کر کے جو تبلیغ کی جائے گی وہ دین کی نہیں کسی اور چیز کی تبلیغ ہو گی"۔

(از محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ، بحوالہ نقوشِ رفتگاں، ص:104 ط: مکتبۂ معارف القرآن)

لہٰذا بصد ادب و احترام بڑے حضرات سے ہماری گزارش ہے کہ اپنے مقام و مرتبہ کو سامنے رکھ کر سوچیں کہ اہل بدعت کی محافل میں ان کی ایک لمحے کی موجودگی کتنے سادہ لوح لوگوں کے لیے دلیل بن سکتی ہے۔ عوام یہ کہہ کر اہلِ باطل کی طرف مائل ہوتے ہیں کہ

"اگر یہ کام غلط ہوتا تو ہمارے بڑے بڑے شیوخ ان محافل میں شریک نہ ہوتے"

اس طرح ناچاہتے ہوئے بھی بڑے حضرات اپنی قوم کے نوجوانوں اور عوام کے لیے ابتلاء کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔ دینی مصلحت اور وقت کے تقاضوں سے ہم بھی غافل نہیں کوئی ملی، قومی یا سیاسی مسئلہ ہو تو بیشک آپ

بیٹھ سکتے ہیں لیکن مذہبی معاملات اور محافل میں خدارا اپنے اصاغر پر رحم فرمائے یقین کیجئے یہ اصاغر دن رات آپ حضرات کی دفاع کرتے کرتے تھک جاتے ہیں برائے مہربانی آپ حضرات بھی ان پر رحم کیجئے آخر کب تک یہ آپکا دفاع کرتے رہیں گے۔

ہم سب کی خیر خواہی اسی میں ہے کہ اپنے اکابر کی سنت کو مضبوطی سے تھامیں، ان کی ہدایات پر عمل کریں اور امت کے سامنے صاف اور واضح موقف پیش کریں۔ تاکہ حق کی پہچان حق کے ذریعے ہو اور باطل کو باطل ہی سمجھا جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے اور اکابر کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین۔

مولانا مفتی طلحہ عاشق الحجازی صاحب حفظہ اللہ

جشنِ عید میلاد النبی ﷺ محبت یا بدعت؟

دین اسلام ایک کامل واکمل دین ہے جس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ قرآن حکیم سورۃ آل عمرات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

ان الدین عند اللہ الاسلام

بیشک دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

معاذ اللہ اگر دین اسلام میں کسی قسم کی خامی یا نقص ہوتا تو اللہ کریم دین اسلام کی نسبت اپنی طرف نہ فرماتے۔ اللہ تعالیٰ کا دین اسلام کی نسبت اپنی طرف کرنا دین اسلام کے کامل واکمل راہ نجات اور آخرت میں کامیابی کا راستہ ہونے کی سب سے بڑی اور واضح دلیل ہے۔ دین اسلام سراپا ہدایت اور خوبیوں کا جامع ہے۔

10 ہجری 9 ذی الحجہ مقام عرفات میں جمعہ کے دن عصر کے بعد اللہ تعالی نے آپ علیہ السلام پر ایک عظیم الشان آیت مبارکہ نازل فرمائی۔

الیوم اکملت لکم دینکم

ترجمہ: آج کے دن تمہارے لیے تمہارے دین کو (ہر طرح) کامل کر دیا۔

(ترجمہ مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب از معارف القرآن ج3)

اس آیت مبارکہ سے یہ بات کھل کر واضح ہو گئی کہ اللہ کریم نے دین اسلام کو مکمل نازل فرمادیا اب اس میں کسی قسم کی کوئی بھی کمی نہیں ہے۔ جتنا دین نازل فرمانا تھا، وہ سب اللہ کریم نے نازل فرمادیا۔ اب اگر کوئی دین میں اضافہ کرے ایسی رسم یا ایجاد کے ساتھ جس کا خیر القرون میں کوئی ثبوت اور تصور نہ ہو تو وہ محض بدعت ہو گی اس کے سوا کچھ نہیں۔ جیسے کہ حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے کہ،

"و شر الامور محدثاتھا، وکل بدعۃ ضلالۃ" (رواہ مسلم)

ترجمہ: سب سے بری چیز دین میں نئی ایجادات ہیں۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

اور ایک اور روایت میں ہے،

" وكل ضلالة فى النار "(رواه النسائي)

ترجمہ: اور ہر گمراہی جہنم میں لے کر جانے والی ہے۔

ان احادیث مبارکہ سے یہ بات روزروشن کی طرح صاف ہوگئی کہ دین میں جاری ہر نئی رسم اور ہر نیا عمل ایک ایسی بدعت اور گمراہی ہے جو کہ جہنم کی طرف لے کر جانے والی ہے۔

اسی طرح امام اہلسنت شیخ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب راہ سنت میں فرمایا کہ، جو چیز قرآن کریم، حدیث، اجماع اور شرعی قیاس سے ثابت نہ ہو اور وہ کام جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اسوہ حسنہ اور نمونہ کے خلاف ہو اور وہ کام جب دین کے اندر ایجاد کیا گیا تو یقیناً بدعت ہو گا۔

اب ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے موجودہ دور کی صورت حال کا جائزہ لیا جائے کہ ماہ ربیع الاول میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے نام پر کی جانے والی تمام رسومات بدکیا ان کا حکم قرآن کریم کی کسی آیت میں ہے، یا احادیث مبارکہ میں ان کا کوئی ثبوت ہے، یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے اس کا کوئی تعلق ہے، یا سلف صالحین میں سے کسی نے اس عمل کو کیا، یا قیاس شرعی کو دیکھا جائے کہ خیر القرون کے زمانہ میں کوئی ایک ایسا عمل تھا جس پر قیاس کیا جائے اگر نہیں تو یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جشن عید میلاد النبیؐ سوائے بدعت اور دین میں نئی ایجاد کہ اور کچھ نہیں۔

مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب نے آیت بالا کی تفسیر میں لکھا ہے:

" عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ سلام کے یوم پیدائش کو عید میلاد منائی ان کو دیکھ کر کچھ مسلمانوں نے رسول کریم کی پیدائش پر عید میلاد النبی کے نام سے ایک عید بنائی، اسی روز بازاروں میں جلوس نکالنے اور اس میں طرح طرح کی خرافات کو اور رات میں چراغان کو عبادت سمجھ کر کرنے لگے۔ جس کی کوئی اصل صحابہ کرام و تابعین اور اسلاف امت کے عمل میں نہیں ملتی۔"

اور مزید لکھتے ہیں

"بصیرت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر نظر ڈالیں تو آپ علیہ السلام کی حیات طیبہ کا ہر دن نہیں بلکہ ہر گھنٹہ ایک یادگار منانے کا داعیہ رکھتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کے بعد تقریباً ڈیڑھ لاکھ صحابہ کرام وہ ہیں جن میں سے ہر ایک در حقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ معجزہ ہے کیا یہ بے انصافی نہ ہوگی کہ ان کی یادگارین نہ منائی جاویں۔"

آگے فرمایا

"یہ ہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے اس رسم کو جاہلیت کی رسم قرار دے کر نظر انداز کیا۔

(معارف القرآن ج3)

حالات حاضرہ کا جائزہ لیا جائے تو ایک طبقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا لیبل لگا اس رسم جاہلیت وبدعت کو اسقدر عام کرنے میں لگا ہوا ہے کہ اعتدال کی تمام حدود کو پامال کر کے رکھ دیا ہے۔ جبکہ دین اسلام کی جامع خوبیوں میں سے سب سے اعلیٰ خوبی جس سے دین اسلام اور زیادہ اجاگر ہو جاتا ہے راہ اعتدال ہے کہ اگر خوشی ہو تو اعتدال کی حدود میں اور اگر غمی ہو تو وہ بھی دائرہ اعتدال میں نہ یہ کہ ایسے جلسہ جلوس اور ایسی محافل کا انعقاد کیا جائے جو کہ عوام الناس کے لیے باعث اذیت بنے جیساکہ موجودہ وقت میں ہو رہا ہے منجملہ یہ کہ ساری ساری رات اسپیکر پر ایسی نعتیں پڑھنا کہ نعت اور گانا میں فرق کرنا مشکل ہو جائے۔ جلسے جلوس نکالتے وقت راستوں اور سڑکوں کا ہر طرف سے بند کر دینا اور اس سے بھی بڑھ کر کے ایسی محافل کا انعقاد کرنا جس میں مرد وزن کا عام اختلاط ہو تو یہ عمل بدعت، شرارت اور گمراہی تو ہو سکتا ہے لیکن محبت نہیں ہو سکتی بات اگر یہیں تک رہتی تو کجا لیکن جشن عید میلاد النبی نہ منانے والوں پر ایسی ملامت کرنا کہ انہیں گستاخ کہنا اور جملے کسنا، یہ تو صراحتاً مزاج دین اور تعلیم دین کے بھی خلاف ہے۔ پھر سادہ لو مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کی خود ساختہ دلیلیں پیش کرنا۔ جیساکہ معروف بریلوی عالم عبدالحبیب عطاری صاحب نے فیضان مدینہ کراچی میں اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگ ہم سے عید میلاد النبی کی دلیل مانگتے ہیں یہ لو دلیل اور قرآن کریم کی آیت پیش کی۔

قل بفضل اللہ وبرحمتہٖ فبذلک فلیفرحوا ؕ ھو خیرٌ مما یجمعون

(سورہ یونس آیت نمبر 58)

ترجمہ: تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں، وہ ان کی سب

دھن دولت سے بہتر ہے۔(ترجمہ قرآن از احمد رضا خان بریلوی)

موصوف نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ تعالی نے حکم دیا ہے کہ ہر فضل اور رحمت پر خوشی مناؤ تو حضور اللہ کا سب سے بڑا فضل اور رحمت ہیں تو مسلمانوں پر واجب ہے جھنڈیاں لگا کر لائٹیں لگا کر حضور کی خوشی منائیں۔ میں موصوف سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ آیت آج نازل ہوئی ہے اگر نہیں تو کب نازل ہوئی؟ یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں نازل ہوئی اور ان صحابہ کرام کی موجودگی میں نازل ہوئی جو عربی زبان سے خوب واقف تھے اور رسول کریم کی خدمت میں زندگی گزارنے والے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہ ایک اشارے پر جانیں نچھاور کرنے والے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے پانی کو ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر لینے والے اور ان میں سے بڑھ کر وہ صحابی رسول جنہیں دنیا عبد اللہ ابن عباس کے نام ہے جانتی ہے کہ جن کہ بارے میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"اے اللہ اسے تفسیر کا علم عطا فرما" (رواہ البخاری)

کیا ان صحابہ کرام کو قرآن کی یہ آیت سمجھ میں نہیں آئی جو آج 1400 سال کے بعد آپ کو سمجھ میں آگئی گویا کہ آپ صحابہ کرام سے زیادہ قرآن کے جانے والے ہیں۔ اور اگر آپ صحابہ کرام سے زیادہ جاننے والے نہیں تو لا محالہ یہ ماننا پڑے گا کہ یہ آپ کی خود ساختہ دلیل ہے۔ خیر القرون کہ میں اس کی کوئی حقیقت و گنجائش موجود نہیں۔

اسی طرح صوبہ سندھ کے معروف بریلوی عالم مفتی حق النبی سکندری الازہری نے 12 ربیع الاول والے دن جشن عید میلاد النبی کے جلوس میں ایک ایسی دلیل پیش کی جس کا دور دور تک حضور علیہ السلام کی ولادت سے کوئی تعلق نہیں چہ جائیکہ اس سے جشن عید میلاد النبی کو ثابت کیا جائے۔ موصوف فرماتے ہیں کہ مسلم شریف کی حدیث ہے کہ جب اللہ کے رسول مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو مدینہ کے لوگ جلوس بنا کر باہر نکلے اور حضور کی آمد پر خوش ہونے لگے اور مدینہ کی بچیاں باہر نکل کر نعتیں پڑھنے لگیں۔ میں موصوف سے یہ سوال کرنا چاہتا ہوں کہ یہ منظر مدینہ میں رہنے صحابہ کرام بلکہ رفیق ہجرت صاحب فی الغار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سامنے نہیں ہوا؟ اگر ہوا تو کیا انہوں نے اس دن کے بعد اگلے سال یا اپنی زندگی میں کبھی اس دن کو منایا کیا انہوں نے اس عمل کو حضور کی زندگی میں یا حضور کے اس دنیا سے تشریف سے جانے کے بعد دہرایا۔ یا یہ بات

بھی آپ ہی کی سمجھ میں آئی صحابہ کرام میں سے کسی کے بھی سمجھ میں نہیں آئی صحابہ کرام کے بعد 1400 سال تک امت کو اس حدیث کا علم ہی نہیں تھا اگر علم تھا تو انہیں یہ حدیث سمجھ کیوں نہ آئی۔

(2) آپ خوشی مناتے ہیں اور جلوس نکالتے ہیں جشن عید میلاد النبی کا مطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں پیدائش کا۔ جبکہ آپ کی پیش کردہ دلیل سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور کی ولادت نہیں ہوئی بلکہ حضور مکہ سے ہجرت کرت کے مدینہ آئے ہیں اور وہ بھی پریشانی کے عالم میں مجبوری کی حالت میں کہ مکہ والوں نے سکون سے رہنا دشوار کر دیا تھا اس لیے۔ گویا کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دکھ اور تکلیف کو دوبارہ یاد کرنے کے لیے جلسے جلوس نکالتے ہیں کہ حضور کو ان دنوں میں مکہ والوں نے ملک بدر کر دیا تھا اور حضور مدینہ تشریف لے گئے تھے اور مدینے والوں کے جلوس کی صورت میں آپ کا استقبال کیا تھا لہذا ہم بھی جلوس نکالتے ہیں۔

اب ان تمام باتوں کو ایک خالی الذہن شخص بھی سوچے تو وہ اسی نتیجہ پر پہنچے گا یہ محبت نہیں بلکہ بدعت و ضلالت و شرارت ہے حالانکہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کو دیکھا جائے تو تمام مسلمانوں پر خصوصاً وہ لوگ جو بہ بانگے دھل عشق مصطفیٰ کا دعوی کرتے ہیں ان کے لیے ادا کرنے کے حقوق یہ ہیں جنہیں استادِ محترم متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن صاحب نے فرمایا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذات کے اعتبار سے بشر ماننا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سید البشر ماننا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور ہدایت ماننا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی الانبیاء ماننا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو افضل الانبیاء ماننا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ماننا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معصوم ماننا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مفروض الاتباع ماننا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو روضہ مبارک میں زندہ ماننا۔

اللہ کریم ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پکی سچی محبت عطا فرمائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام اور سلف صالحین سے محبت اور ان کے راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، اور اہل حق علماء کے ساتھ ساری زندگی جڑے رہنے کی توفیق عطا فرمائے آمین آمین بجاہ النبی کریم

مولانا عبد الرحمٰن عابد صاحب حفظہ اللہ (بسلسلہ توضیحات عبارات اکابر قسط:۳)

مسئلہ تصرف کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

غیر مقلدین مماتی اور بریلوی حضرات "تصرّفات" کے مسئلے پر علماء دیوبندؒ پر اعتراض کرتے ہیں۔ غیر مقلدین اور فرقہ اشاعتیہ کا اعتراض اس انداز میں ہے کہ وہ کہتے ہیں: دیوبندی علماء کی کتابوں میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ وہ تصرّفات کو مانتے ہیں، اور اس کے لئے شیخ الحدیث مولانا حمد اللہ جان ڈاگئی باباجی صاحبؒ کی کتاب "البصائر" اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ و حضرت تھانویؒ و دیگر کتبِ علماء دیوبندؒ سے ظاھری عبارت اپنے لئے مستدل بناتے ہیں۔ حالانکہ یہ تو سراسر شرک ہے۔ جبکہ بریلوی حضرات یوں اعتراض کرتے ہیں:

> "اگر ہم تصرّف کا عقیدہ رکھیں تو دیوبندی علماء ہمیں مشرک قرار دیتے ہیں، حالانکہ دیوبندی علماء کی اپنی کتابوں میں بھی اس کے جواز کے اقوال موجود ہیں۔"

الجواب:

ہم نہ تو تصرّف کو غیر مقلدین اور پنجپیریوں کی طرح مطلقاً شرک اور بدعت کہتے ہیں، اور نہ بریلویوں کی طرح ہر قسم کا تصرّف مانتے ہیں، بلکہ ہم اس مسئلے میں تقسیم کے قائل ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

پہلی صورت:

ایسا شخص جو یہ عقیدہ رکھے کہ جیسے اللہ تعالیٰ کو کائنات میں "کن فیکون" والی طاقت ذاتی طور از خود حاصل ہے اسی طرح نبی یا ولی اپنے ارادے اور مشیت کے ساتھ بلا کسی سبب اور آلات کے جو چاہیے جیسا چاہیے جس کو چاہیے جس وقت چاہیے ہر کچھ کر سکتا ہے...

حکم:

تو ایسا تصرّفی عقیدہ شدید ترین شرک ہے۔ یہ اتنا بڑا شرک ہے کہ ابو جہل اور ابو لہب بھی اس کے قائل نہ تھے۔ یاد رہے کہ مشرکینِ مکہ بھی اپنے معبودوں کو اللہ کا مخلوق اور غلام مانتے تھے، اور جب وہ ان سے مدد مانگتے، یا تصرّفات کا عقیدہ رکھتے، تو یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ یہ سب کچھ اللہ نے انہیں عطا کیا ہے، ذاتی اختیار نہیں سمجھتے تھے۔

دوسری صورت:

کوئی نبی، ولی، پیر یا شہید ایسا اللہ کا مقرب بندہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص عنایت سے "کن فیکون" کی طاقت عطا کی ہے، اور وہ اب اپنی مرضی، ارادہ اور مشیت سے اب تصرّف کر سکتا ہے۔ جیسے لوگوں کو ڈوبنے سے

بچا دینا، حاجات پوری کرنا، وغیرہ۔ اگرچہ یہ طاقت اللہ کی طرف سے عطا شدہ مانی جاتی ہے، لیکن چونکہ وہ خود مختار بنا دیا گیا ہے، اس لیے یہ بھی وہی شرکیہ عقیدہ ہے جس کے قائل مشرکینِ مکہ تھے۔

"ومنهم من اعتقد أن الله هوالسيد، وهو المدبر، لكنه قد يخلع على بعض عباده لباس الشرف والتأله، ويجعله متصرفا في بعض الأمور الخاصة"

(حجة الله البالغة، باب حقيقة الشرك)

ترجمہ: "ان مشرکین میں کچھ ایسے بھی تھے جن کا عقیدہ تھا کہ اصل سردار اور مدبر تو اللہ ہی ہے، مگر وہ اپنے بعض بندوں کو الوہیت کا لباس پہناتا ہے، اور انہیں بعض خاص امور میں متصرّف بنا دیتا ہے۔"

اس سے واضح ہوا کہ مشرکین بھی اپنے معبودوں کو ذاتی طاقت والا نہیں سمجھتے تھے، بلکہ ان کا ماننا تھا کہ اللہ نے انہیں یہ طاقت دی ہے لیکن یہ عقیدہ شرک ہی کہلایا۔

مزید لکھتے ہیں:

"الشِّرْكُ أَنْ يُثْبِتَ لِغَيْرِ اللهِ صِفَاتٍ مُخْتَصَّةً بِاللهِ، مِثْلُ التَّصَرُّفِ فِي العَالَمِ بِالإِرَادَةِ، الَّذِي يُعَبَّرُ عَنْهُ بِـ(كُنْ فَيَكُونُ)"

(الفوزالكبير، ص۸)

ترجمہ: شرک یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے اللہ کی خاص صفات کو ثابت کیا جائے، جیسے کہ اپنی مرضی سے کائنات میں تصرّف کرنا، جسے "كن فيكون" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں:

"الْأَولِيَاءُ قَادِرُونَ لَا عَلَى إِيجَادِ مَعْدُومٍ، وَلَا إِعْدَامِ مَوْجُودٍ، فَنِسْبَةُ ذٰلِكَ إِلَيْهِمْ كُفْرٌ"

(ارشاد الطالبین، ص۲۰)

ترجمہ: اولیاء کرام اس بات پر قادر نہیں کہ کسی غیر موجود کو وجود دیں، یا موجود کو فنا کر دیں۔ لہٰذا کسی چیز کے وجود یا عدم، رزق، اولاد یا بیماری دور کرنے کو ان کی طرف منسوب کرنا کفر ہے۔

تو خلاصہ یہ ہوا کہ ان دونوں صورتوں کو حضرت شاہ صاحبؒ اور قاضی صاحبؒ نے بھی شرک کہا۔

تیسری صورت:

کوئی نبی یا ولی کے متعلق پہلی یا دوسری صورت والا عقیدہ تو اختیار نہ کریں یعنی ذاتی طور یا مستقل طور پر نہیں، بلکہ

اللہ کی مرضی سے اور اللہ کی قدرت کے تحت بطور معجزہ یا کرامت، کسی خاص واقعے کے ذریعے تصرّف کرے۔
تو اگرچہ یہ عمل (معجزہ یا کرامت) ولی یا نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہو، لیکن دراصل یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے۔ اس میں نبی یا ولی کی اختیار نہیں ہوتا ہاں اس کو صادر ہونے سے پہلے بعض وقت اللہ ان کو علم دیتے ہیں تو اس بزرگ کی دعا یا قلبی توجہ کے سبب وہ کام ہوتا ہے تو اس لئے بعض وقت اس تصرف کی نسبت ان کی طرف ہوتی ہیں اور بعد میں اس تصرّف کو کرامت یا معجزہ کہا جاتا ہے، تو یہ بالکل حق ہے اور یہی وہ موقف ہے جس پر علماء دیوبندؒ قائم ہیں، جیسے مولانا اشرف علی تھانویؒ یا حاجی صاحبؒ وغیرہ نے اگر تصرف کا کلمہ استعمال کیا ہے تو ایسا تصرّف برحق ہے، اور جائز ہے۔ اس سے مراد کرامت ہے اور یہ تو معلوم ہے کہ جیسا کہ حیات زندگی میں کرامت کا صدور ہو جاتی ہے ایسا ہی بعد الوفات بھی کرامت صادر ہوتی ہے۔

نوٹ: یہ بات ذہن نشین فرمالیں کہ ہمارے اکابرین کی کتب میں جہاں لفظ "تصرف" کا ذکر ہے تو اس سے مراد یہی تیسری صورت مراد ہے۔

چوتھی صورت:

ایسا تصرّف جس کی صلاحیت اللہ تعاہی نے ہر انسان کو دی ہے انسان اپنے طبعی اسباب، طاقت، فن، علم یا باطنی توجہ سے کرتا ہے — جیسے طب، علمِ نجوم، جادو، یا سائنس کے ذریعے کسی چیز پر اثر ڈالنا۔
تو ایسا تصرف بھی بالاتفاق ممکن ہے، کیونکہ یہ انسان کے اختیار میں ہے، اور اس پر انسان ثواب یا عذاب کا مستحق بن سکتا ہے تو ایسا تصرد بالکل جائز اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

نکتہ نزاع

اہلِ باطل اور ہم (اہلِ حق) کے درمیان اصل اختلاف اور نکتہ اختلاف دوسری صورت کے تصرّف پر ہے جو بغیر اسباب، بغیر کسی آلہ یا عمل کے، کسی نبی یا ولی کا اپنی مرضی اور اختیار سے مستقل طور پر "کن فیکون" انداز میں کائنات میں تصرّف کرنا۔ حالانکہ ایسا تصرف کی قدرت نہ تو اللہ نے کسی نبی کو دیا ہے اور نہ کسی ولی کو۔ یہی وہ عقیدہ ہے جو پرانے مشرکین کا بھی تھا، اور آج کے قبر پرستوں کا بھی ہے۔ اَلعِیَاذُ بِاللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْعَقَائِدِ الْفَاسِدَةِ، الزَّائِغَةِ، الْمَرْدُوْدَةِ، الْمُفْسِدَةِ، الْمُبْتَدِعَةِ، الضَّالَّةِ۔

الزامی حوالہ جات

فرقہ اہلحدیث کے اس واقعے سے بھی بعد از وفات تصرف کی حقیقت آشکار ہوتی ہے۔ غیر مقلدین نے اپنی کتاب میں ایک واقعہ ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

"صوفی حبیب الرحمٰن صاحب کا بیان ہے کہ 1910ء میں جب حضرت ضیاء معصوم صاحب،

مرشدِ امیر حبیب اللہ خان شاہ کابل پٹیالہ تشریف لائے، تو انہوں نے سرہند جانے کے لیے قاضی (منصور پوری غیر مقلد، ناقل) کو اپنے ساتھ لے لیا۔ حضرت ضیاء معصوم صاحب جب روضہ حضرت مجدد الف ثانیؒ پر مراقبہ کے لیے بیٹھے تو قاضی جی نے دل میں کہا کہ شاید ان بزرگوں نے آپس میں کوئی راز کی بات کہنی ہو، ان سے الگ ہو جانا چاہیے۔ ابھی آپ اپنے جی میں یہ خیال لے کر اُٹھے ہی تھے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے آپ کو ہاتھ سے پکڑ لیا اور فرمایا: کہ سلیمان! بیٹھے رہو، ہم کوئی بات تجھ سے راز میں نہیں رکھنا چاہتے۔

صوفی صاحب کا بیان ہے کہ قاضی صاحب نے بعض دوستوں سے ذکر کیا اور فرمایا کہ یہ واقعہ مراقبہ یا مکاشفہ کا نہیں بلکہ بیداری کا ہے" (کراماتِ اہلحدیث صفحہ 22، مطبع مکتبہ دین و دنیا فیصل آباد)

نوٹ: یاد رہے نئی ایڈیشن میں یہ حوالہ خاموشی سے بغیر اعلان کے ھباء منثورا ہو چکا ہے جو غیر مقلدین اور مماتیوں کی موروثی عادت ہے۔

اب ذرا یہ بتایئے! مجدد الف ثانیؒ قاضی صاحب کے دل میں چھپی بات سے کس طرح باخبر ہو گئے؟ کیا قاضی صاحب نے زبان سے کچھ کہا تھا یا صرف دل ہی میں خیال کیا تھا؟ پھر یہ بھی بتایئے کہ مجددؒ نے قاضی کا ہاتھ کس طرح پکڑ لیا؟ کیا صرف ہاتھ قبر سے باہر آیا تھا یا پورا جسم ہی قبر سے نکل آیا تھا؟ یہ کون سا مراقبہ ہے جو بیداری میں واقع ہوا؟ اور جب خود قاضی منصور پوری غیر مقلد نے تسلیم کیا کہ یہ مکاشفہ یا مراقبہ نہیں بلکہ بیداری کا واقعہ ہے تو پھر یہ کھلا ہوا تصرفِ اموات ہوا یا نہیں؟ اب سوال یہ ہے کہ یہ تصرفاتِ اولیاء اور اہلِ قبور سے فیوضات کب سے غیر مقلدین کی شریعت میں جائز ہو گئے؟ جو دوسروں پر شرک و بدعت کے فتوے برسایا کرتے ہیں، اپنے اکابر کی کرامات کو کس خانہ میں رکھیں گے؟

اپنے ہی جال میں پھنس گئے واعظِ شہر
فتویٰ جو دوسروں پر تھا، خود پہ اتر آیا

دوسرا حوالہ:

غیر مقلدین ہی کی ایک اور کتاب میں اس طرح مفہوم کا واقعہ مذکور ہے کہ:

"آپ کو مراقبہ و مشاہدہ میں بھی کمال (حاصل) تھا۔ میں نے بارہا جناب والد ماجد مرحوم رحمہ اللہ کو دیکھا کہ جنابِ حضرت والدہ ماجدہ مرحومہ و مغفورہ کو مراقبہ میں بٹھاتے، اور جب آپ کو زیارتِ رسول صلعم (صلی اللہ علیہ وسلم، ناقل) یا اور کسی ولی و بزرگ کی ہوتی تو اس وقت حل

مشکلات بعض مطالب قرآن وحدیث کا فرماتے"

(تذکرہ اھل صادق پور، صفحہ 200)

سبحان اللہ! اپنی بیوی کو بھی مراقبے میں بٹھادیتے، اس کے ساتھ بیٹھ کر گپ وشپ یعنی گفتگو بھی کرتے، اور ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر اولیاء وبزرگوں سے ملاقاتیں کرکے قرآن وحدیث کے مطالب حل کروا لیتے۔ سبحان تیری قدرت! اب بتلایا جائے کہ یہ سب کچھ غیر مقلدین کے ذھن میں تصرّفِ اموات نہیں تو پھر آخر ہے کیا؟"

مماتیوں کے گھر سے

اب الزامی چند حوالہ جات مماتیوں کے گھر سے بھی ملاحظہ فرمائیں۔ مماتیوں کا یہ نظریہ ہے کہ اموات کبھی کبھی تصرف کرتے ہیں جیسا کہ نیلوی صاحب معرض استدلال میں رقمطراز ہیں:

"کاملین کی رُوحوں کا عالَمِ عنصری میں کبھی تصرّف بھی نمایاں ہو جاتا ہے"

(ندائے حق، ج1، ص176)

مزید لکھتے ہیں:

"اسی طرح وہاں کا کھانا پینا، نقل و حرکت، میل ملاپ، بات چیت، سرور وغیرہ اہل دنیا سے مستور ہے"

(ندائے حق ج1 ص502)

آگے مزید لکھتے ہیں:

"وہ (شہداء، ناقل) موہوبہ اجسام کے ذریعے جنت کی سیر کرتے ہیں کھاتے پیتے ہیں اور اپنے دوستوں سے ملاقاتیں کرتے ہیں اس عالم برزخ کے آسمان زمین اور جنت میں جہاں جی چاہیے جاتے ہیں اور اپنے ساتھیوں کی یاوری (مدد، دستگیری، اعانت بحوالہ فیروز اللغات، ناقل) کرتے ہیں"

(ندائے حق ج1 ص578)

سبحان اللہ۔۔۔!

بلکہ مردوں کا زندوں کے ساتھ گفت وشنید کا بھی نظریہ ان لوگوں کا ملاحظہ کیجئے کیسے ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور کیسے ایک دوسرے کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے سماع موتی کی پھاٹک سے گزر کر کلام الموتی کی وادی تک پہنچ گئے ہیں چنانچہ مماتیوں کے معتمد اور ان کے ہاں معروف شخصیت شیخ القرآن مولانا حسین علی رحمہ اللہ کے متعلق

ذکر ہے خود فرماتے ہیں:

"وَقَعَدتُ عِندَ مَزارِ الإِمَامِ الرَّبَّانِيِّ، فَقَالَ لِي فِي المُكَاشَفَةِ: بَيَانُ مَسأَلَةِ التَّوحِيدِ عَلَى دَرَجَتِهِ عَنِ السُّلُوكِ"

(تفسیر بلغة الحیران ج1 ص8 ناشر: خود شیخ حسین علیؒ نے میانوالی سے شائع کی ہے، یعنی میرے پاس قدیم نسخہ ہے الحمدللہ)

اور یہی حوالہ بمع ترجمہ نیلوی صاحب نے بھی لکھی ہے، لکھتے ہیں:

"میں امام ربانی مجدد الف ثانی کے مزار پر بیٹھا ہوا تھا مکاشفہ کی حالت میں امام ربانی نے مجھ سے فرمایا کہ توحید کا مسئلہ بیان کرنا سلوک میں سب سے اعلی درجہ ہے"

(ناشر القرآن یعنی سوانح مولانا حسین علیؒ صفحہ 53 ناشر: سرگودھا طبع اول)

عرض ہے کہ یہاں مماتیوں کو تصرّف کا مسئلہ یاد نہیں ہوتا؟ کیا وجہ ہے؟

اور صرف بات چیت نہیں بلکہ فوت شدہ حضرات سے ملاقاتیں بھی کرتے ہیں یعنی فوت شدہ حضرات دنیا میں واپس آکر ان کی زیارت کے جواز کے بھی قائل ہیں چنانچہ ان کی کتابوں میں درج ہیں:

" اور بعض کاملین نے حالت بیداری میں حضور ﷺ اور حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا۔۔(اور پھر اس ہر تفصیلی بات کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی زیارت ہوسکتی ہے بلکہ متحقق ہیں۔ناقل۔ دیکھیے تفسیر جواھر القرآن ج1 ص194 تحت سورة آل عمران رقم الآیة 169، ندائے حق ج1 ص556 تا559و167)

شیخ غلام اللہ خانؒ اور مولوی حسین نیلوی صاحب مرحوم لکھتے ہیں:

"جس طرح حیاتِ دنیا میں ارواح ابدانِ عنصریہ کے ذریعے سے متحرک ہوتی ہے اور تمام اعمال اور تصرفات بجالاتی ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام اور بعض کاملین کی ارواح وفات کے بعد عالم برزخ میں مثالی اور برزخی اجسام کے ذریعے سے حرکت کرتی ہے اور نماز تلاوت قرآن حج اور کئی دوسرے اعمال بجالاتی ہے"

(جواہر القرآن ج1 ص194، نیز۔۔۔دیکھیے ندائے حق ج1 ص557)

اگر اس طرح ان کے گھر سے مزید حوالہ جات لکھتے جائیں تو یقین کریں صفحات کم ہوسکتے ہیں قارئین کرام کثرت حوالہ جات دیکھ کر بور ہوسکتے ہیں لیکن ان کے حوالہ جات ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتے اتنی کثرت حوالہ جات ہیں میرے پاس بحمدہ تعالی وفضلہ۔ فلھذا اس میں میرا بعض حوالہ جات الزامی ہے کہ اگر کرامت اور خرق عادت

سے اگر استمداد یا تصرفاتِ حقیقیہ وممنوعہ ثابت ہوتی ہے تو اپنا چہرہ شریفہ بھی آئینہ میں ذرا دیکھے اور وہ بھی صرف دو تین الزامی حوالہ جات کے ساتھ تاکہ بات کو مختصر کرکے سمجھنے میں آسانی ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں خالص توحیدِ باری تعالیٰ پر قائم رکھے، شرک وبدعت کے تمام مظاہر سے محفوظ فرمائے، اور ہمیں اکابرِ دیوبندؒ کے معتدل وحق شعار مسلک پر ثابت قدمی عطا فرمائے۔

وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ إِلٰی سَبِیلِ الرَّشَادِ.

آمین ثم آمین یارب العالمین

مفتی رب نواز حفظہ اللہ، احمد پور شرقیہ (قسط:٦)

احادیث کے ردو قبول میں غیر مقلدین کی من مانیاں

ضعیف سند والی روایت سے استدلال

شیخ زبیر علی زئی نے لکھا:

”سیدنا معاویہ نے رومیوں کی زمین پر سولہ مرتبہ فوج کشی کی ہے۔“

(البدایہ والنھایہ: ج۸، ص:۱۳۳)“[مقالات:۱/۳۱۱]

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”سب سے پہلی بات تو یہ کہ حافظ موصوف نے اس روایت کی سند پیش نہیں کی اور نہ ہی اس کا درجہ بتانے کی زحمت گوارا کی ہے، حالاں کہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس کی سند بھی پیش کی ہے ملاحظہ ہو: امام ابن کثیر رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۷۴) نے کہا: وقال ابو زرعة عن دحيم عن الوليد عن سعيد بن عبد العزيز...... قارئین آپ دیکھ سکتے ہیں کہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس روایت کو امام ابوزرعہ کے حوالہ سے نقل کیا اور پوری سند بھی ذِکر بھی کر دی ہے۔ یہ روایت امام ابوزرعہ کی تاریخ میں اسی سند سے موجود ہے آیئے ہم اصل کتاب سے یہ روایت سند و متن کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ چنانچہ امام ابوزرعہ الدمشقی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۸۱) نے کہا: حدثنی عبد الرحمن بن ابراهيم عن الوليد بن مسلم عن سعيد بن عبد العزيز ...... قارئین یہ ہے اس روایت کی سند جسے نہ تو حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے، اور نہ ہی اس پر کوئی حکم لگایا ہے۔ دَراَصل یہ سند صحیح ہے ہی نہیں، اس لئے اس سے نظر پوشی کی گئی۔“

(قسطنطنیہ پر پہلا حملہ اور یزید کی بشارت صفحہ ۲۴، ۲۳، مکتبہ بیت السلام مؤناتھ بھنجن یوپی الہند)

منقطع سند سے استدلال

سنابلی صاحب مذکورہ عبارت کے متصل بعد لکھتے ہیں:

”ذیل میں ہم اس کی خرابی واضح کرتے ہیں۔ الف: اس روایت کو بیان کرنے ”سعید بن عبد العزیز التنوخی“ ہیں، ان کی پیدائش امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی تقریبا تیس سال بعد ہوئی۔[سیر اعلام النبلاء للذھبی:۸/۳۲]لہذا یہ روایت مرسل و منقطع ہے۔“
(قسطنطنیہ پر پہلا حملہ اور یزید کی بشارت صفحہ ۲۵، مکتبہ بیت السلام مؤناتھ بھنجن یوپی الہند)

ولید بن مسلم کی عن والی روایت ضعیف بھی اور اس سے استدلال بھی

سنابلی صاحب مذکورہ عبارت کے متصل بعد لکھتے ہیں:

”ب: سند میں ولید بن مسلم معروف مدلس ہیں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے انہیں چوتھے طبقہ کا مدلس کہا ہے جن کی معنعن روایات بالاتفاق رد ہوتی ہیں دیکھئے:[طبقات المدلسین لابن حجر القریوتی: ص: ۵۱] نیز خود حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: انام دار قطنی کے اس قول سے معلوم ہوا کہ ولید بن مسلم تدلیس تسویہ کرتے تھے۔ ولید بن مسلم کو حافظ ابن حجر، العلائی، ابو زرعہ ابن العراقی، ذہبی، حلبی، مقدسی اور سیوطی وغیرہم نے مدلس قرار دیا ہے۔ دیکھئے: (الفتح المبین: ص: ۷۳) اور ان کا کوئی مخالف مجھے معلوم نہیں ہے، لہذا تدلیس ولید پر اجماع ہے۔[اضواء المصابیح (تحقیق مشکوۃ) ص:۸۷ ۲م رقم: ۲۱۲، مجلہ الحدیث: ۷۰ ص ۸] غور کیا جائے کہ مذکورہ روایت میں ولید بن مسلم ہیں اور عن سے روایت کرتے ہیں اور حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ خود ہی دوسرے مقام پر انہیں بالاجماع مدلس بتلاتے ہیں۔ پھر بھی موصوف نے یزید کی مخالفت میں اس عیب کو نظر انداز کر دیا۔“

(قسطنطنیہ پر پہلا حملہ اور یزید کی بشارت صفحہ ۲۵)

جھوٹی روایت سے استدلال

شیخ زبیر علی زئی نے تاریخ طبری وغیرہ کتب کی ایک روایت سے استدلال کیا۔[مقالات: ۱/۳۱۱]
شیخ کفایت اللہ سنابلی نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”یہ بات سب سے پہلے امام طبری رحمہ اللہ نے ذِکر کی ہے اور انہوں نے اس کی سند اس طرح پیش کی ہے......[تاریخ طبری: ۴/۳۰۴] امام طبری کا استاذ ”احمد بن ثابت“ یہ احمد بن ثابت

بن عتاب الرازی المعروف بفرخویہ" ہے۔ اور یہ بہت بڑا جھوٹا شخص ہے چنانچہ الف: ابو العباس بن ابو عبد اللہ الطہرانی (المتوفی: ۴۵۹) نے کہا: محدثین کو (احمد بن ثابت) فرخویہ کے بارے میں کوئی شک نہیں تھا کہ یہ بہت بڑا جھوٹا ہے۔ [الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: ۲/ ۴۴ واسنادہ صحیح] علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے کذاب کہا ہے اور اس کی وجہ سے ایک روایت کو موضوع اور من گھڑت کہا ہے۔ دیکھیں! [سلسلة الاحاديث الضعيفة ۴/ ۲۹۵، رقم: ۱۸۱۶] نیز دیکھئے! [معجم الشیوخ الطبری: ص ۷۵] ب: احمد بن ثابت کذاب کے استاذ کا نام بھی مذکور نہیں۔ ج: اسی طرح نجیح بن عبد الرحمن السندی ابو معشر المدنی بھی سخت ضعیف ہے۔ امام یحیٰ بن سعید رحمہ اللہ (المتوفہ: ۱۹۸ھ) نے اسے ضعیف کہا: یحی بن سعید اس سے روایت نہیں کرتے تھے، اور اسے ضعیف قرار دیتے اور اس کا تذکرہ ہونے پر ہنستے۔ [الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: ۸/ ۴۹۴ واسناده صحيح] امام مظفر بن مدرک رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۰۷ھ) نے کہا: ابو معشر ایسا آدمی تھا جو سندوں کو یاد نہیں رکھ پاتا تھا۔ [العلل والمعرفة الرجال ۲/ ۵۵۳ واسنادہ صحیح] امام ابن سعد رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۳۰ھ) نے کہا: یہ کثیر الحدیث اور ضعیف تھا۔ [الطبقات الكبرى لابن سعد، العلمية ۵/ ۴۸۸] امام ابن معین رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۳۳ھ) نے کہا: ابو معشر کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ [تاریخ ابن معین روایۃ الدوری ۳/ ۱۶۰] نوٹ: واضح رہے کہ ليس بشىء یہ سخت قسم کی جرح ہے، جیسا کہ متعدد محدثین نے صراحت کی ہے، دیکھیں [الفاظ و عبارات الجرح والتعدیل: ۳۰۷، فتح المغیث: ۲/ ۱۲۳ام تدریب الراوی: ۱/ ۴۱۰، ۴۰۹] اور ابن معین کے نزدیک بھی عام حالات میں یہ اسی معنی میں ہے، بلکہ بسا اوقات آپ نے کذاب اور وضاع راویوں پر بھی انہیں الفاظ میں جرح کی ہے، مثلاً ایک کذاب کے بارے میں فرماتے ہیں كذاب ليس بشىء، یہ کذاب ہے، اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ [سوالات ابن الجنید رقم ۵۳۵ وایضا ارقام: ۴۸۴، ۴۱۷، ۲۹۳] اور ایک واضاع کے بارے میں فرماتے ہیں: ليس بشىء يضع الاحاديث، اس کی کوئی حیثیت نہیں، یہ احادیث گھڑا کرتا تھا۔ [تاریخہ، روایۃ الدوری، رقم ۴۲۱۳] حافظ زبیر علی زئی رحمہ

اللہ لکھتے ہیں: ”امام ابن معین عام طور پر جس راوی کو لیس بشیء کہتے ہیں تو وہ شدید جرح ہوتی ہے۔“[ماہ نامہ الحدیث حضرو: ۵۵ ص ۱۸]امام علی بن المدینی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۳۴ھ) نے کہا: یہ شیخ تھا اور ضعیف تھا، ضعیف تھا۔[سوالات ابن ابی شیبۃ لابن المدینی ص: ۱۰۰]نوٹ: ضعیف ضعیف کی تکرار سخت جرح ہے[سنابلی نے مزید تین صفحات پر جرح نقل کی، اور آخر میں لکھا(ناقل)]معلوم ہوا کہ یہ روایت موضوع اور من گھڑت ہے۔ طبری کی اسی روایت کو امام ذہبی، ابن الجوزی اور ابن کثیر وغیرہ نے سند ذِکر کرئے بغیر نقل کیا ہے۔ اور ہم بتا چکے ہیں کہ سنداً یہ روایت موضوع اور من گھڑت ہے۔ لہذا یہ کہنا کہ اس حملہ کا ثبوت ملتا ہے سراسر باطل ہے۔“

(قسطنطنیہ پر پہلا حملہ اور یزید کی بشارت صفحہ ۲۷ تا ۳۳)

کچھ گڑبڑ ضرور ہے

شیخ زبیر علی زئی نے لکھا:

”محمد الخضیری کی ”محاضرات الامم الاسلامیة“ میں ہے: اور ۴۸ھ میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے قسطنطنیہ کی فتح کے لئے ایک عظیم لشکر بھیجا جس کے امر سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ تھے۔“

[مقالات: ۱/ ۳۱۲]

علی زئی نے یہ الفاظ نقل کرنے کے بعد لکھا:

”محاضرات کا حوالہ ایک دوسری کتاب سے لیا گیا ہے۔“

(حوالہ مذکورہ)

سنابلی صاحب نے علی زئی کی مذکورہ عبارت کو نقل کر کے یوں تبصرہ کیا:

”لیکن موصوف نے اس دوسری کتاب کا نام نہیں بتایا جس سے حوالہ لیا تھا۔ ہماری نظر اس وضاحت پر پڑی تو ہم سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ موصوف نے اصل کتاب سے عبارت کیوں نہیں نقل کی؟ نیز جس دوسری کتاب سے یہ عبارت نقل کی اس کا نام کیوں نہیں بتایا؟ ذہن میں

اُٹھنے والے ان سوالات نے تجسس پر مجبور کیا اور ہمیں یقین ہو چلا کہ کچھ گڑبڑ ضرور ہے۔ پھر ہم نے اصل کتاب کی طرف رجوع کیا تو ہماری حیرت کی انتہاء نہ رہی! کیوں کہ اَصل کتاب میں اس کے فوراً بعد محمد الخضیری نے یہ بھی لکھاہے کہ اس لشکر میں یزید بن معاویہ بھی موجود تھے، آیئے ہم محاضرات سے پوری عبارت نقل کر دیتے ہیں......۔"

(قسطنطنیہ پر پہلا حملہ اور یزید کی بشارت صفحہ ۴۳،۴۲)

یہ متابعت قطعاً ثابت نہیں

شیخ زبیر علی زئی نے لکھا:

"لیث بن سعد نے ابن وہب کے استاذ حیوۃ بن شریح کی متابعت تامہ کر رکھی ہے۔"

(مجلہ الحدیث:٦، صفحہ ٦)

سنابلی صاحب نے علی زئی کی مذکورہ بات کارد کرتے ہوئے لکھا:

"عرض ہے کہ یہ متابعت قطعاً ثابت نہیں ہے کیوں کہ ابن عساکر کی سند میں لیث بن سعد سے نیچے ضعف موجود ہے۔ اور وہ ولید بن مسلم القرشی ہیں جو تدلیس التسویہ کرتے تھے، اور انہوں نے اپنے سے اوپر سند کے تمام طبقات میں سماع کی صراحت نہیں کی ہے۔ جب کہ تدلیس تسویہ سے متصف راوی کی سند صحیح ہونے کے لئے شرط ہے کہ وہ اپنے سے اوپر تمام طبقات میں سماع یا تحدیث کی صراحت کر دے۔ چنانچہ خود حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ ہی ایک مقام پر ایک دوسری روایت کو ضعیف قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں: اس روایت کے ایک راوی ولید بن مسلم مدلس تھے، آپ تدلیس التسویہ کرتے تھے۔ دیکھئے: (تقریب التهذيب: ٧٤٥٦) تدلیس تسویہ کرنے والے راوی کی صرف وہی روایت مقبول ہوتی جس میں وہ آخر تک سماع مسلسل کی تصریح کرے۔ [مجلہ الحدیث: ٢٠، ص:٥، نیز دیکھیں: اضواء المصابیح: ج ا ص ٦٨، تحت الرقم: ٣٢] معلوم ہوا کہ خود حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے اُصول کی روشنی میں بھی یہ روایت ضعیف ہے، اور یہ متابعت ثابت ہی نہیں۔"

(قسطنطنیہ پر پہلا حملہ اور یزید کی بشارت صفحہ ٦٣)

زبیر علی زئی کی طرف سے تضعیفِ حدیث کا ایک اور غلط اُصول

سنابلی صاحب مذکورہ عبارت کے متصل بعد لکھتے ہیں:

”بلکہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے ایک اور اُصول جو ہماری نظر میں غلط ہے اس سے بھی یہ روایت ضعیف ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا اُصول ہے کہ سند میں کوئی راوی اپنے دو ایسے استاذ سے روایت کرے جس میں ایک ضعیف ہو اور ایک ثقہ ہو تو یہ روایت ضعیف ہوگی کیوں کہ یہاں یہ معلوم نہیں کہ اس نے کس استاذ کے الفاظ بیان کئے ہیں۔ اسی اصول کے تحت موصوف نے علامہ البانی رحمہ اللہ کی صحیح قرار دی ہوئی ایک روایت کو ضعیف قرار دیا ہے جس کی مفصل تردید ہم نے اپنی کتاب یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ میں ص ۴۰۷ تا ۴۰۷ پر کر دی ہے۔ عرض ہے کہ یہاں بھی ولید بن مسلم اپنے دو استاذ سے نقل کر رہے ہیں ایک لیث بن سعد ہیں اور دوسرے ابن لھیعہ ہیں، اور ابن لیھعہ اخیر میں مختلط و ضعیف ہو گئے تھے اور اس بات کا کوئی ثبوت ہیں ہے کہ ولید بن مسلم نے ان سے اختلاط سے قبل روایت کیا، خود حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ صاحب نے ابن لھیعہ سے ان کے اختلاط سے قبل روایت کرنے والوں کی جو فہرست اپنی کتاب الفتح المبین ص:۷۷،۷۸ پر پیش کی ہے ان میں ولید بن مسلم کا نام نہیں پیش کیا ہے۔ مزید یہ کہ یہاں ابن لھیعہ کا عنعنہ بھی ہے۔ لہذا حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے اپنے اس اُصول سے بھی یہ روایت ضعیف ہے۔ لہٰذا متابعت تامہ کا دعویٰ درست نہیں ہے۔“

(قسطنطنیہ پر پہلا حملہ اور یزید کی بشارت صفحہ ۶۴،۶۳)

(جاری)

مولانا عبد الرحمٰن عابد صاحب حفظہ اللہ (قسط:۱)

غیر مقلدین کی شیخ پرستی

بسم اللہ الرحمن الرحیم! غیر مقلدین کی یہ عادت ہے کہ ایک عنوان قائم کر کے دوسروں کے الفاظ تو نقل کرتے ہیں، مگر معنی و مفہوم اپنی طرف سے تراشتے ہیں۔ جبکہ ہم احناف (کثر اللہ سوادہم) اپنی من مانی یا عقل پرستی کے بجائے اپنے جید، فاضل اور ربانی اکابرین کے علم و فہم پر اعتماد کرتے ہیں۔ ہم ان کے اقوال و فتاویٰ نقل کرتے ہیں، کیونکہ ہمارا ایمان ہے کہ:

"البركة مع اكابركم" (صحیح ابنِ حبان، سندہ صحیح)

"برکت تمہارے اکابرین کے ساتھ ہے۔"

پس ہم اپنے اکابرین پر اعتماد کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"ہمارے اکابر نے ایسا فرمایا، ایسا فتویٰ دیا، یا ایسا عمل کیا۔"

یہی ہمارا فہمِ دین ہے، یہی ہماری نسبت اور یہی ہماری سنت۔ مگر غیر مقلدین کی مذہبی ذہنیت کو داد دیجئے! ان کے جذباتی مبلغین جب احناف کو دیکھتے ہیں کہ ہم "اکابر، اکابر" کی تکرار کرتے ہیں، خصوصاً تبلیغی جماعت کے وابستگان ہر موڑ پر کہتے ہیں "ہمارے بزرگوں نے فرمایا"، تو وہ تنقید و طنز کا لاوا اگلنے لگتے ہیں۔ چنانچہ ہم اس مختصر مضمون میں انہیں انہی کے اصول پر، انہی کے آئینے میں ان کا چہرہ دکھانے کی کوشش کریں گے — تاکہ دیکھ لیں کہ شیخ پرستی کی کون سی ہوا اصل میں ان کے خیمے سے چلتی ہے۔

چند مثالیں بطورِ "مشتِ نمونہ از خروارے" ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔عبد العظیم انصاری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"آپ کے گاؤں میں کچھ زرعی زمین تھی۔ فصل کو پانی لگانے کے لیے رات کے وقت ایک دفعہ مجھے آپ ساتھ لے گئے۔ میں نے کسی اپنے کندھے پر رکھی ہوئی تھی اور ان کے آگے آگے چل رہا تھا۔ اندھیرے کی وجہ سے خوف زدہ تھا لیکن خاموشی سے چل رہا تھا۔ آنحضرت صاحب

(مولانا عبد الرحمنؒ) اچانک فرمانے لگے: ’ظہور! ڈرتے کیوں ہو؟ میں تمہارے ساتھ ہوں، اور ہمارے ساتھ خدا ہے!“

میں حیران ہوا کہ خدا نے میرے دلی کیفیت کا اظہار ان سے کر دیا کہ میری حالت سے واقف ہو گئے۔ ان کے اس فقرہ کہنے کے بعد میرا تمام خوف اور ڈر جاتا رہا۔"

(تذکرۃ علمائے بھوجیاں، ص ۵۲)

دیکھیے! موصوف اپنے شیخ کے لیے علم الصدور (دلوں کے احوال جاننے) کا وصف ثابت کر رہے ہیں! گویا خوفِ خدا کے بجائے شیخ کی موجودگی سے اطمینان نصیب ہوا۔ تو غیر مقلدین کے اصول سے یہ شیخ پرستی نہیں تو اور کیا ہے؟

ے خوفِ یزداں نہ رہا، شیخ پہ ایمان رہا
یہ عقیدت ہے کہ اعجازِ تمنا بن گئی۔

(۲)۔۔۔ امین اللہ پشاوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ہمارے مشائخ کہتے ہیں کہ اس سورت میں دو موضوعات ہیں..."

(حکمۃ القرآن، ج۸، ص۴)

سوال یہ ہے کہ اگر ان کے پاس قرآن وحدیث موجود ہے تو مشائخ کے اقوال کیوں حجت بنے؟ کیا دلیل کے بجائے صرف "ہمارے مشائخ نے کہا" کہنا حجت ہے؟ پھر تو تقلیدِ شیخ کا دروازہ وہی کھول رہے ہیں جسے احناف پر بند کرنے کی بات کرتے ہیں۔

(۳)۔۔۔ مولانا مصطفیٰ ربانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اس کتاب میں دراصل عصرِ حاضر میں اہلِ حدیث کے ذوقِ تصوف کو واضح کرنے کے لیے مختلف کتابوں، رسالوں اور مختلف جگہوں سے واقعات کو لیا گیا ہے جس چیز سے آج ہم بالکل لاعلم ہو چکے ہیں تاکہ ہمارے اکابر کی زندگی ہمارے سامنے آئے۔"

(علماء اہلِ حدیث کا ذوقِ تصوف، ص ۱۸۹)

کیا ان کے لیے انبیاء علیہم السلام وصحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین کی زندگی نمونہ نہیں؟ کیا اب ہدایت کے لیے "اکابر غیر مقلدین" کی سوانح ہی کافی ہیں؟ یہ صریح اکابر پرستی نہیں تو کیا ہے؟

چھوڑ کر نقشِ قدمِ انبیاء و اولیاء

اپنے شیخوں پہ ہے ایمان کا مدار عجب!

(۴)۔۔۔عبد العظیم انصاری مزید لکھتے ہیں:

"افسوس ہے کہ آج طریقت و تصوف یا بیعت کے الفاظ ہی سن کر ہماری جماعت کے اکثر حضرات کو الرجی ہو جاتے ہیں اور اسے خلافِ سنت اور بدعت ہونے کا فتوی صادر کر دیتے ہیں، ہمارے لئے یہ الفاظ مانوس اور متروک ہو چکے ہیں اس لئے کہ ہم اس کی حقیقت و معرفت سے نا آشنا ہیں حالانکہ ہمارے بزرگوں نے اس کے ذریعے بہت سے فوائد حاصل کئے اور ان کے اعمال و اشغال اور اذکار و افکار کی بدولت سے لوگ ان کے گرویدہ ہوتے۔۔۔"

(تذکرۃ علمائے بھوجیاں، ص۱۱۹، ناشر: محمدیہ دار الاشاعت قصور پاکستان)

دیکھیے! تصوف کو بدعت کہنے والے خود اپنے بزرگوں کے نام پر اس کا دفاع کر رہے ہیں۔ قرآن و حدیث کا نام نہیں، صرف "ہمارے اکابر" کا حوالہ۔ یہی ہے وہ شیخ پرستی جسے وہ دوسروں کے لئے عیب سمجھتے ہیں۔

(۵)۔۔۔پروفیسر ضیاء الرحمن گیلانی سلفی لکھتے ہیں:

"ہمارے اسلاف میں سے کوئی بھی ایسے عالم دین یا بزرگ نہیں گزرے جنہوں نے ننگے سر پر دوام کیا ہو، بلکہ ہمہ وقت سر پر ٹوپی و رومال رکھتے تھے۔۔۔"

(علماء اہلِ حدیث کا ذوقِ تصوف، ص ۱۷)

گویا قرآن و سنت کے بجائے عملِ اکابر ہی حجت قرار پایا۔ یہی وہ رویہ ہے جس پر وہ احناف کو ملامت کرتے ہیں۔

(۶)۔۔۔عبد العظیم انصاری صاحب لکھتے ہیں:

"بیعت کے بارے میں بھی بہت غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں اہل اللہ اور خدا رسیدہ بزرگوں کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھ کر اعمال صالحہ اختیار کرنے اور برائیوں سے بچنے کا عزم اور وعدہ کرنا اس میں اسلاف سے اکثر بزرگوں نے کوئی قباحت نہیں سمجھی"

(تذکرہ علمائے بھوجیاں ص126)

ایک چیز کی تصحیح اور تغلیط کی معیار کے لئے قرآن و حدیث کے بجائے اپنے شیوخ و بزرگان کو قرار دینا شیخ پرست لوگوں کی عجیب منطق ہے۔ اگر ایسا دعوی کسی حنفی کرنا تو اللہ اللہ۔۔۔! زمین و اسمان کے قلابے ملاتے جاتے۔

(7)۔۔۔نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں:

"میں سلوکِ سبیلِ علم میں اپنے باپ، ان کے مشائخ، اور اپنے شیوخِ علم کے طریقہ پر چل رہا ہوں۔"

(ابقاء المنن، ص۹۳)

تو پھر سوال یہ ہے کہ کیا شیخ پرستی صرف حنفی کے لیے حرام ہے اور غیر مقلد کے لیے عینِ عبادت؟

(۸)۔۔۔نواب صدیق حسن خان مزید فرماتے ہیں:

"اگرچہ میں صوفیہ کے تمام طرق کو موصل الی اللہ سمجھتا ہوں اور جملہ طرق کے مشائخ کو مانتا ہوں، لیکن میرا آباء واجداد، اساتذہ اور مشائخ کا طریقہ نقشبندیہ ہے۔"

(ابقاء المنن، ص۱۵۶)

یہاں بھی دلیل "ہمارے مشائخ" کا حوالہ! پھر وہی سوال: کیا آیاتِ اتباعِ قرآن صرف احناف کے لیے نازل ہوئیں؟

(۹)۔۔۔مولانا اسحاق بھٹی لکھتے ہیں:

"جناب میاں (نذیر حسین دہلوی، ناقل) صاحب رحمہ اللہ اپنے اساتذہ کا ذکر نہایت مودبانہ انداز میں کرتے تھے، ان سے متعلق کسی بات کا تذکرہ فرماتے تو بہ صورت جمع ہمارے حضرات کے الفاظ استعمال فرماتے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی، حضرت شہ عبد العزیز محدث دہلوی اور حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب رحمہم اللہ کے اسماء گرامی بالخصوص بہ درجہ نہایت ادب سے زبان پر لاتے قرآن اور حدیث کی کسی عبارت کا ترجمہ کرنا مقصود ہوتا تو فرماتے مجھ سے اس کا ترجمہ سنو جو ہمارے بزرگوں سے سینہ بہ سینا چلا آرہا ہے اور بیان مسائل میں بھی انہیں بزرگان عالی قدر کی اقوال بہ سند پیش فرماتے اور ارشاد ہوتا ہمارے حضرات یوں فرماتے ہیں"

(دبستان حدیث ص74)

اور مزید لکھتے ہیں کہ:

"اس پر کوئی طالبِ علم آگر یہ کہہ دیتا کہ حضرات کا کہنا سند نہیں ہو سکتا اصل سند قرآن وحدیث ہے تو خفگی کی انداز میں فرماتے تم ان کے متعلق ایسی باتیں کرتے ہو کیا یہ حضرات گھس گئے تھے ؟یوں ہی باتیں بناتے تھے۔۔۔؟"

(دبستانِ حدیث، ص ۷۴)

اگر یہی طرزِ عمل کسی حنفی کا ہوتا تو غیر مقلدین آسمان سر پر اٹھالیتے، مگر چونکہ "خونِ خودی" شامل ہے، اس لیے خاموشی چھاجاتی ہے۔

ے اپنے گھر کے عیب چھپانا تو روا ٹھہرا یہاں
غیر پر تہمت لگانا ان کا مشغلہ ٹھہرا

اور ایسا نسبت میاں صاحب کے شاگرد (مولانا فضل حسین بھاری صاحب) بھی کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"(میاں صاحب) اکثر قرآن و حدیث کے ترجمے کے موقعہ پر فرماتے مجھ سے اس کا مقراضی ترجمہ سنو جو ہمارے بزرگوں سے سینہ بہ سینہ چلا آتا ہے اور بیان مسائل میں بھی انہیں بزرگوں کے اقوال سے سند لاتے اور فرماتے ہمارے حضرات یوں فرماتے ہیں۔ اس ہر کوئی آزاد طبع طالب علم اگر کہہ دیتا کہ حضرات کا کہنا سند نہیں ہو سکتا جب تک قرآن و حدیث سے سند نہ دی جائے تو بہت خفا ہو کر فرماتے مردود؟ کیا یہ حضرات ھس کٹے تھے ایسی ہی اڑان گھائی اڑاتے تھے"

(الحیاۃ بعد المماۃ ص166، الناشر:المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ھل ضلع شیخوپورہ، دوسرا نسخہ ص247و248 طبع دار ابی الطیب گوجرانوالہ)

بلکہ مزید ایک اور لطف کی بات بھی پڑھ لیجئے، سوانح میں ہے کہ:

"ایک مرتبہ میاں صاحب رحمہ اللہ ممدوح رحیم آباد سے آرہے تھے مولانا محمد ابراہیم آروی رحمہ اللہ کے ساتھ تھے انہوں نے خواتین کے لباس کے بارے میں پوچھا کہ ان کے لئے ساڑھی پہننا جائز ہے یا ناجائز...؟

فرمایا ہمارے حضرات ساڑھی پہننے کو جائز قرار دیتے تھے۔ مولانا آروی رحمہ اللہ نے عرض کیا حضرات کا کہنا حجت شرعی تو نہیں ہو سکتا فرمایا تمہارے نزدیک یہ سب حضرات گھس گئے تھے تمہی ایک شیخ چلی پیدا ہوئے؟

(دبستانِ حدیث صفحہ ۷۴)

دیکھ لیجیے محترم قارئین کرام...! اگر ایسا کسی حنفی نے لکھا ہوتا تو یہ لوگ کتنی حاشیہ نگاری کرتے کہ دیکھے قرآن و حدیث کے خلاف اپنے بزرگوں کا کہنا مانتے ہیں اور پھر "واذا قیل لهم اتبعوا ما انزل الله۔۔۔الخ" وغیرہ آیات کریمہ کی آیاتیں چسپان کر کے تکفیر و تبدیع کے فتوے لگاتے؟ چونکہ یہ ان کے گھر کا مسئلہ ہے اس لئے ان کے اکابرین کو سب چیزیں معاف ہیں اگر یہ چیزیں ترک کریں تو ان کی شیخ پرستی کیسی چلے گی؟ انا لله وانا اليه راجعون!

(۹)۔۔۔ڈاکٹر محمد عثمان مبشر سلفی لکھتے ہیں:

"لیکن افسوس! آج ہم نے اسی تصوف کو چھوڑ کر اپنے اسلاف کی زندگیوں میں سے تصوف کے پہلو کو بھی منظر عام پر لانا بند کر دیا"

(علماء اہلِ حدیث کا ذوقِ تصوف، ص۱۲۹)

اور کہیں فرماتے ہیں:

"ہمارے اسلاف کا دیوبندی علماء سے بہت زیادہ محبت والا رشتہ ہوا کرتا تھا"

(ایضاً)

تو کیا اب جو حضرات نفرت و تفرقہ پھیلا رہے ہیں، وہ اپنے ہی اکابرین کے باغی نہیں؟

(۱۰)۔۔۔موصوف مزید لکھتے ہیں:

"ہمارے اسلاف اہلحدیث علماء نے حضرت سید علی ہجویریؒ کی تعلیمات کو سراہا ہے۔"

(ایضاً)

پھر سوال یہ ہے کہ کیا آج کے غیر مقلدین اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے داتا گنج بخشؒ کو خراجِ تحسین پیش کریں گے یا بغاوت اختیار کریں گے؟

غیر مقلدین کی زبان پر "قرآن و حدیث" اور عمل میں "شیوخ و اسلاف"! اور پھر احناف کو ملامت کہ "اکابر اکابر" کی رٹ لگاتے ہیں؟ واہ رے انصاف!

(جاری)

شرائط وضوابط

مضامین لکھنے والے حضرات چند باتوں کا خیال رکھیں!

1)اہل علم کے ساتھ رائے کا اختلاف آپ کا حق ہے اور یہ حق آپ سے کوئی بھی نہیں چھین سکتا۔ لہٰذا آپ ہزار بار اختلاف رکھیں لیکن کسی کی ذات پہ کیچڑ اچھالنے کی کوشش نہ کریں۔

2)علمی تنقید کریں اور الفاظ کے چناؤ میں مہذب انداز اختیار کریں۔

3)تنقیدی انداز اپنانے کے لئے اگر آپ حضرات درجہ ذیل اکابرین کا انداز اپنائیں تو ان شاء اللہ آپ کی علمی تنقید کسی کی اصلاح کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے اور مخاطب سمجھے گا کہ مضمون نگار اللہ کے رضا کیلئے لکھ رہا ہے کسی کی ذات پہ نشتر لگانے کے لیے میدان میں نہیں اترا ہے۔

۱: امام اہل سنت شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

۲: قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ

۳: حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

۴: بحر العلوم سلطان المحققین علامہ خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ

۵: شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

4)مضامین میں احتیاط سے کام لے۔ حتی الوسع کوشش کریں کہ جہاں سے بھی آپ نے استفادہ کیا ہو، ان کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ ایسی صورت میں آپ کے مضامین مجلہ راہِ ہدایت میں شائع نہیں ہوں گے۔

5)ہمارا مجلہ چونکہ خالص مسلکی ہے اس لیے عقائد و نظریات سے ہٹ کر کوئی صاحب بھی مضمون بھیجنے کی زحمت نہ کریں۔

6)مجلہ راہِ ہدایت میں صرف اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند کے مضامین شائع ہوں گے۔

نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند پشاور

https://archive.org/details/@tahirguldeobandi15258